مشرقی علوم کا ایک قدیم کتب خانہ بمبئی میں

پروفیسر نظام الدین ایس گوریکر، ایم اے، پی ایچ ڈی، ڈی لٹ ڈائرکٹر، انجمن اسلام
اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بمبئی (ہند)

میرے استاد محترم پروفیسر نجیب اشرف ندوی سابق ڈائرکٹر انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ بمبئی عروس البلاد بمبئی کے بارے میں اپنے تاثرات کا اظہار یوں کرتے تھے کہ بمبئی اپنی گوناگوں دلچسپیوں اپنی بے شمار کششوں، اپنی لاتعداد خوبیوں اور اپنی ان گنت دلفریبیوں کی وجہ سے نہ صرف ایک ارننگ ولیو، ایک دنیائے حسن وجمال، ایک معمورۂ آرزو وتمنا بلکہ یہ وہ جنت ارضی ہے جہاں حسن اپنی تمام دلکشیوں کے ساتھ جلوہ گر ہے اور یہ وہ فردوس خاکی ہے جہاں رعنائی اپنے تمام عشووں اور غمزوں کے ساتھ برسر اقتدار ہے۔ چوپاٹی، کنارہ، اپالو بندر، ملبار ہل، جوہو بیچ جیسے خوشگوار اور پرفضا مقامات کے ساتھ مختلف قوموں کی شہرۂ آفاق عبادت گاہیں اور تعلیمی ادارے، مختلف لسانی اقلیتوں کے بڑے بڑے کتب خانے اور دارالمطالعے، مختلف مذہبی فرقوں کے قابل قدر ادبی، ثقافتی اور سماجی انجمنیں اور بزمیں بھی ہیں۔ یہ وہ خوبیاں اور صفات ہیں جن سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ شہر بمبئی تجارتی مرکز ہونے کے باوجود مختلف مذہبوں، قوموں، تہذیبوں اور زبانوں کا ایک بڑا سنگم ہی نہیں بلکہ اشتراک عمل اور یک جہتی کا بہترین مظہر ہے۔

اٹھارہویں صدی عیسوی میں کوکنی مسلمان طبقہ بمبئی میں ہر اعتبار سے پیش پیش تھا یہ وہ مسلم طبقہ تھا جنہوں نے فراوانئ دولت اور بحری تجارت کے ذریعے علم وادب کی سرپرستی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور باہر سے آئے ہوئے علماء، ادباء، شعراء وغیرہ کی حتی المقدور نہ صرف اعانت کی بلکہ ترتیب وتدوین اور تصنیف وتالیف کے کاموں میں بھی

بڑا حصہ لیا اور اس طرح عربی و فارسی میں دستگاہ حاصل کرنے کے ساتھ ساتھ ہندوستان کی عوامی بلکہ مثالی زبان اردو کی نشر و اشاعت اور ترویج و ترقی کی خاطر ہر ممکن کوشش کی اس ضمن میں یہ کہنا نامناسب نہ ہوگا کہ بابائے اردو مولوی عبدالحق ایک اردو کانفرنس میں اہل بمبئی کی اردو دوستی اور ادب نوازی کے سلسلہ میں مولوی نذیر احمد کے ایک شعر کو تھوڑے سے تصرف کے ساتھ یوں فرماتے ہیں سہ

خوش بمبئی تجھ پہ اردو کا سایا   تجھے جیسا سنتے تھے ویسا ہی پایا۔

آج کی اس ادبی نشست میں بمبئی کی جامع مسجد کے کتب خانہ مدرسہ محمدیہ کا ایک ہلکا سا تعارف پیش کیا جاتا ہے۔ یوں تو بمبئی میں کثرت سے کتبخانے موجود ہیں لیکن مشرقی علوم کے کتب خانوں میں ایشیاٹک سوسائٹی، بمبئی یونیورسٹی، کاما اورنیٹل انسٹی ٹیوٹ، کریمی لائبریری اور کتب خانہ مدرسہ محمدیہ قابل ذکر ہی نہیں بلکہ لائق تعریف و تحسین ہیں۔ ایشیاٹک سوسائٹی، بمبئی یونیورسٹی اور کاما اورنیٹل انسٹی ٹیوٹ کی لائبریریوں میں انگریزی، جرمن، فرانسیسی، سنسکرت، اوستا، پہلوی، اور ہندوستان کی دیگر ریاستی زبانوں کی کتابوں کے علاوہ عربی، فارسی اور اردو کی مطبوعہ کتب اور قلمی نسخے اور مخطوطے بڑی تعداد میں ملتے ہیں لیکن کریمی لائبریری اور کتب خانہ مدرسہ محمدیہ جو آج کل جامع مسجد لائبریری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، نادر او رنایاب مطبوعات اور مخطوطات کے بڑے علمی خزانے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں لائبریریاں مشرقی کتب کی بالعموم اور اسلامی علوم کی بالخصوص قابل ذکر علمی مخزن شمار کئے جاتے ہیں۔

کریمی لائبریری کا قیام ۱۸۹۸ء میں عمل میں آیا اور قاضی عبدالکریم صاحب نے لائبریری کی مطبوعہ فہرست کی "ابتدائیہ" میں اس لائبریری کی ضرورت کے تعلق سے اس طرح تحریر فرمایا ہے کہ بمبئی میں اہل علم کثرت سے موجود ہیں بمقابلہ ان کے اسلامی کتب خانے بہت کم نظر آتے ہیں۔ کوئی ایسا وسیع ہال اور کافی کتابوں کی لائبریری نظر نہیں آتی تھی کہ جہاں فرصت کے وقت

ہمارے علم دوست دینی بھائی جمع ہوکر اپنے اپنے مذاق کے موافق کتابوں کے مطالعے سے دل ودماغ کو تروتازہ فرماتے اور دلخواہ رسالوں کی سیر سے اپنی معلومات بڑھاتے۔ اس لئے مدتوں سے میرا خیال تھا کہ کسی وسیع جگہ پر ایک ایسی اسلامی لائبریری کھول جائے کہ ہمارے دینی بھائیوں کو مطالعہ کتب کا استفادہ حاصل ہوا کرے اس لئے میں نے عالی جناب آنریبل جسٹس بدرالدین طیب جی، صدر انجمن اسلام بمبئی کو درخواست لکھ کر بھیج دی کہ اگر انجمن اسلام ہائی اسکول کا ہال عنایت کیا جائے تو میں اس میں ایک کتب خانہ قائم کردوں۔ صاحب موصوف نے نہایت خوشی کے ساتھ میری رائے سے اتفاق کیا اور میری درخواست کو منظوری کا شرف بخشا اس میں سالہا سال کی تجسس اور تلاش سے کتابوں کا سرمایہ جمع کرکے اسی ہال میں ایک کتب خانہ بنام کریمی لائبریری انجمن اسلام بمبئی اپنے دلبند جگر پیوند میاں غلام محمد عرف دادا میاں کی یادگار میں جاری کیا۔"

کریمی لائبریری کے قائم ہونے کے بعد اہل بمبئی بالخصوص کوکنی مسلم طبقہ نے جامع مسجد سے ملحق مدرسۂ محمدیہ کے لئے ایک لائبریری کا منصوبہ تیار کیا اور ۱۹۰۳ء میں یعنی کریمی لائبریری کے قیام کے پانچ سال بعد کتب خانۂ مدرسۂ محمدیہ قائم ہوا۔ اس کتب خانہ کی ترتیب وتزئین کے سلسلہ میں جامع مسجد بمبئی کے اس وقت کے قابل ناظر مولوی محمد یوسف کھٹکھٹے کی خدمات کو فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ مولوی صاحب ایک علمی شخصیت کے باوجود ایک اچھے اہل قلم تھے۔ یہ آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ کتب خانہ کی فہرست جو چھ سو صفحات پر مشتمل ہے ۱۳۴۱ ہجری میں منظر عام پر آئی۔ اس مطبوعہ فہرست میں انجمن اسلام اردو ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کی زیر نگرانی حامداللہ ندوی صاحب نے اردو مخطوطات کی فہرست مرتب کی۔ اس کتب خانے میں عربی اور فارسی کی بیشتر کتابیں ہیں اور اردو کی کتب نسبتاً کم ہیں۔ اکثر وبیشتر ایسی کتابیں موجود ہیں جن کا تعلق درس نظامیہ سے ہے اور جو عموماً عربی درسگاہوں کے نصابوں میں داخل ہوتی ہیں۔ اس کتب خانے کا ایک حصہ مطبوعہ اور دوسرا غیر مطبوعہ

مطبوعہ کتابوں میں کوئی ایک ہزار عربی، پانچ سو فارسی اور دو سو اردو ہیں لیکن غیر مطبوعہ کتابوں میں تقریباً ایک ہزار عربی، پانچ سو فارسی اور ایک سو اردو ہیں۔ اس طرح کتابوں کی تعداد تین ہزار سے کچھ زیادہ ہی ہے۔

درس نظامیہ کے علاوہ اس کتب خانے میں قرآن، احادیث، فقہ، ادبیات اور دیگر علوم وفنون پر قیمتی کتابیں موجود ہیں۔ قرآن کے نادر نسخوں میں یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کا لکھا ہوا مخطوطہ، احادیث میں ائمۂ اربعہ کے مسانید، فقہ میں خصوصاً امام ابن تیمیہ کے ملفوظات، اور ادبیات میں بہت سے شعراء اور ادباء کے دواوین اور تالیفات ملتی ہیں۔ عربی ادب اور اسلامی علوم کا سرمایہ کرکمی لائبریری کے مقابلے میں بہت زیادہ ہے۔ یہ کتب خانہ مشاورین بالعموم اور جناب جمال الدین نور اور جناب عبدالقادر جہانگیر کا بالخصوص سراپا سپاس گزار ہے کہ انھوں نے اپنی فراخدلی اور وسعت نظری کا ہی ثبوت نہیں دیا بلکہ بہت ساری کتابیں اس کتب خانہ کو عنایت فرمائیں۔ اور قلمی نسخے اور مخطوطے چھان بین کے بعد اس کے قیمتی ذخیرے میں جمع کیں۔ دراصل اس کتب خانے کی اہمیت، عظمت اور مقبولیت کی بڑی وجہ مطبوعہ کتب نہیں ہیں بلکہ عربی، فارسی اور اردو کے نایاب اور نادر قلمی نسخے ہیں۔

اس ضمن میں مولانا نے محترم خواجہ حسن نظامی صاحب کا تذکرہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اس کتب خانے کی اکثر نادر ونایاب مطبوعات ومخطوطات کو ملاحظہ فرمایا ہے اور اپنے روزنامچۂ سفر میں بر سبیل تذکرہ تحریر فرمایا ہے۔ یہ روزنامچہ خواجہ صاحب نے ۱۹۰۷ء میں بمبئی کے قیام کے دوران تیار کیا اور معتقدین کے اصرار پہ ۱۹۱۲ء میں دہلی سے شائع کیا۔

خواجہ صاحب فرماتے ہیں کہ "پنجشنبہ ۲۹ر اگست ۱۹۰۷ء کو مولوی محمد یوسف کنکنکٹہ کا آدمی بلانے آیا۔ گئے، بہت اخلاق سے پیش آئے اور عجیب وغریب قلمی

کتابیں اور قرآن شریف دکھائے یاقوت مستعصمی کے ہاتھ کا قرآن شریف دیکھا اور ایک قرآن شریف خاص حضرت بہاء الدین نقشبند کے پڑھنے کا جس پہان کی یادگار ثبت ہے۔ اس بعد یہی قرآن شریف بابر بادشاہ کے پاس آیا۔ اس کی تحریر بھی درج ہے۔ مولانا صاحب موصوف بڑے ذی علم اور نیک شوقین علم دوست مسلمان ہیں (ص ۸۰)۔" اور سفینہ ۱۰ ستمبر ۱۹۰۷ء کو دوسری بار کتب خانہ میں تشریف فرما ہوئے لکھتے ہیں کہ "کتب خانے میں کتابیں دیکھیں۔ اول ایک مکتوب حضرت خواجہ بزرگ کا خواجہ قطب صاحب کے نام دیکھا۔ پھر نشاط العشق عبداللہ۔ بن حسن بن علی اکمل الجیلانی کا جو حضرت غوث الاعظم کے کلمات کی شرح میں ہے۔ دیکھا۔ یہ ذات باری سے مکالمہ ہے جو شاید عالم کشف میں حضرت غوث کو پیش آیا۔ حضرت غوث ذاتِ باری کو مخاطب کر کے کچھ سوال فرماتے ہیں۔ وہاں سے جواب ملتا ہے۔ یہ جواب انسان کی بلند شان ظاہر کرتے ہیں۔ سنا ہے کہ یہ رسالہ چھپ گیا ہے۔ ایک رسالہ ناطقیہ دیکھا جس میں تصوف اور اخلاق کو بائیس نطق میں بیان کیا ہے۔ دوران مطالعہ میں مولوی یوسف صاحب تشریف لے آئے۔ ان کے ذریعے سے عجیب وغریب کتابیں دیکھنے میں آئیں۔ مثلاً عبدالواحد بلگرامی کی شرح کافیہ جو بالکل تصوف میں لکھی گئی ہے اور ایک کتاب جس کے ہر صفحے پر چار کتابیں مثلاً اگر یونہی مسلسل پڑھیں تو ایک کتاب اور پہلے حروف نیچے تک ملاتے جائیں تو دوسری کتاب، اور درمیانی حروف ملائیں تو تیسری کتاب اور آخری ملائیں تو چوتھی۔ اس طرح علیحدہ علیحدہ علوم میں چاروں کتابیں مرتب ہو جاتی ہیں عجیب کتاب ہے (ص ۴۸۔ ۴۹)۔"

حضرت خواجہ حسن نظامی کے ان کلمات سے زیر بحث کتب خانہ کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ ہوتا ہے اور اس کی قدر وقیمت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے ہندوستان اور بیرون ہند سے آنے والے علم وادب اس کتب خانے سے خاطر خواہ

استفادہ حاصل کرتے رہے ہیں اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے۔

آخر میں یہ کہنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آج اس کتب خانہ کی حیثیت وہ نہیں رہی جو تین چوتھائی صدی پہلے اس کے قیام کے وقت تھی اول ۱۹۳۰ء میں بارش کی زیادتی کی وجہ سے سڑکوں کا پانی مسجد کے اندر تک چلا آیا کیونکہ مسجد نشیبی علاقہ میں واقع ہے۔ اس کی وجہ سے کئی نایاب کتب اور نادر مخطوطات بہہ گئیں اور دوم مشاورین صاحبان کی لاعلمی بلکہ لاپرواہی کی وجہ سے کتب خانے کا بیشتر سرمایہ دیمک کی نذر ہوگیا۔ تاہم یہ تہی دامن نہیں ہے۔ اب بھی اس کی خاطر خواہ پرداخت اور نگہداشت کی گئی تو یہ قیمتی علمی سرمایہ اور ادبی ذخیرہ تشنگان علم اور طالبانِ ادب کو برابر سیراب کرتا رہے گا۔

تاریخ الفخری

تالیف محمد بن علی بن طباطبا عرف ابن طقطقی ترجمہ مولوی محمود علیخان بھوپالی

الفخری کا شمار اسلام کی مستند تاریخوں میں ہے اس مختصر مگر جامع تاریخ میں بہت سی ایسی خصوصیات ہیں جو دوسری تاریخی کتابوں میں نہیں ملتیں مصنف نے اس تاریخ الفخری کے دو حصے کئے ہیں۔ ایک سیاست اور اصول حکمرانی دوسرا دولِ اسلامیہ کی مختصر تاریخ ہے جس میں ہر خلیفہ کے حالات کے ساتھ اس کے وزراء کا مفصل تذکرہ کیا گیا ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق سے آخری خلیفہ عباسی معتصم باللہ تک حالات بیان کئے گئے ہیں تقطیع متوسط ۲۰×۲۶ صفحات ۴۲۶ قیمت غیر مجلد ۱۵/۷۵

مکتبہ برہان دہلی